امت مسلمہ کی عالمگیریت قرآنی تعلیمات کی روشنی میں

The universality of Mulsim Ummah in the light of Qur'an and Hadith

طاہرہ فردوس*

Abstract:
The spirit of Islam binds Muslims into an Ummah. This bonding of a unique feature of any Muslim Society. As Muslims, we should defy splits or differences within our societies to avoid factions or divisions. There must prevail tolerance peaceful co-existence to promote the universal brotherhood amongst Muslims. Only then, the Muslims may rise to supremacy and lead the nations of the world.
Key words: Islam, Brotherhood, Equality, Ummah, Uniqueness.

''امت'' ایک خصوصی اسلامی تصور ہے جو اسلام کے نظریاتی و معاشرتی پہلوؤں کا مظہر ہے۔ اس خصوصی تصور کی بناء پر مسلمان دنیا میں منفرد اجتماعیت کے حامل ہیں۔ امت کے لغوی معنی جماعت، گروہ اور طریقے کے ہیں۔ مشہور ماہر لغت ابن منظور الا فریقی کے بقول: **"الأمة: الجيل الجنس من كل حي".**[1]

امت کے معنی ہر جاندار کے گروہ یا جنس کے ہیں۔

"والأمة الشريعة والدين. وفي التنزيل إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ"[2] امت کے معنی شریعت اور دین کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہم نے اپنے آباء کو ایک دین پر پایا۔

امت کے تصور میں دو باتیں خاص طور پر قابلِ غور ہیں، ایک یہ کہ اس کی اساس نظریہ اور تصور پر قائم ہے، اس میں نسل، خاندان یا جغرافیائی وحدت فیصلہ کن نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کے لئے ایک شخصی قیادت کا وجود ضروری ہے، جو اس کے مادی وجود کو مجتمع رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے نبی کریم

* پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر فیکلٹی آف اصول الدین یونیورسٹی آف کراچی۔

ﷺ کی شخصیت امت کے اجتماعی وجود کے لئے نا گزیر ہے اللہ کے اس نظام میں جہاں کئی امتیں اپنا اپنا کردار ادا کرتی رہی ہیں، ایک نئی امت تشکیل دی گئی، جسے قرآن مجید میں ان الفاظ سے ذکر فرمایا۔

"وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ"[۳]

اور تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دئے اور برے کاموں سے روکے۔

قرآن حکیم میں امت کا لفظ افراد کے مجموعہ کے لیے ہی نہیں استعمال ہوا بلکہ ان کے عقیدے کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔

" كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهَا أُمَمٌ لِّتَتْلُوَ عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ"[۴]

اور اسی طرح ہم نے آپ ﷺ کو ایک امت میں جس سے پہلے کئی امتیں گزر چکی ہیں بھیجا تاکہ آپ ﷺ ان کو وہ کتاب جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی، پڑھ کر سنائیں اور وہ رحمٰن کا انکار کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے لیے انسانی مساوات اور یکسانیت امت کے اجتماعی وجود کے لیے نا گزیر ہے۔ امت کے لیے نسل، رنگ یا جغرافیائی حدود ضروری نہیں کیونکہ یہ اجزاء قومیت کے وجود کے لیے نا گزیر قرار دئے گئے ہیں۔ قوم کی نظریاتی سمت بعد میں متعین ہوتی ہے نسلی اور وطنی اساس پہلے طے ہوتی ہے۔ امت کا مادی تشخص اس کی نظریاتی اساس کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے اس لیے نظریاتی وحدت اور عقیدہ کی یگانگت امت کے وجود کے لیے نا گزیر ہے۔

حجتہ الوداع کے موقع پر حضور پاک ﷺ نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا۔

یا أیها الناس! إن ربكم واحد وإن أباكم واحد، ألا لا فضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي و لا أحمر على أسود و لا أسود على أحمر إلا بالتقوى *(إن أكرمكم عند الله أتقاكم)*، ألا هل بلغت؟ قالوا: بلى يا رسول الله! قال: فيبلغ الشاهد الغائب." [۵]

اے لوگو۔ تمہارا رب ایک ہے کسی عربی کو عجمی پر کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں نہ کسی کالے کو سرخ پر اور نہ کسی سرخ کو کالے پر برتری حاصل ہے بجز تقوی کے اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہوگا۔ لوگو کیا میں اللہ کا حکم پہنچادیا سب نے یک زبان ہو کر کہا یارسول اللہ بے شک آپ نے پہنچا دیا۔ فرمایا جو یہاں موجود ہیں وہ یہ حکم ان لوگوں تک پہنچادیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

اخوت اور اتحاد: اسلام سے قبل تعصّبات اور تفریقات میں بٹی انسانیت کو اسلام نے اس نعرے میں کہہ کر بلند کیا، کہ تمام روئے زمین کے انسان ایک ہی اصل سے ہیں۔اس نعرے نے تعصّبات اور تفریقات کی زنجیروں کو کاٹا اور اتحاد اور اخوت کی لڑی میں پرو دیا۔ آنحضرت ﷺ نے امت میں محبت والفت کے جذبہ کو فروغ دیتے ہوئے فرمایا:

"المؤمن للمؤمن كالبنيان يشدّ بعضه بعضًا ثم شبك بين أصابعه".[۶] ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایسا ہے جیسا کہ عمارت کا ایک جزو دوسرے جزو کو قوت دیتا ہے۔ پھر اپنی انگلیوں کو ملا کر مثال بتائی۔

اسلام نے سب سے پہلے دنیا میں مساوات کا زریں سبق دیا۔ اسی سبق سے رنگ نسل اور قوم کا امتیاز مٹ جاتا ہے۔ دنیا میں حقیقی تہذیب قائم ہونے میں یہی تفریقات رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ اگر یہ تفریقات مٹ جائیں تو حقیقی تہذیب دنیا میں قائم ہو سکتی ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

"وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ. إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ".[۷]

''اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک امت بنا دیتا اور یہ ہمیشہ مختلف رہیں گے مگر وہی جس پر آپ کا رب رحم کرے اور اسی لیے پیدا کیا ہے ان کو۔''

''لذلك خلقهم'' سے مفسرین کا ایک گروہ انسانوں کا باہم مختلف ہونا مراد لیتا ہے جیسا کہ امام بیضاوی نے کہا۔

"إن كان الضمير للناس فالإشارة إلى الاختلاف،،.[۸] اگر(خلقھم) میں "ھم" ضمیر کا مرجع ''الناس'' ہے تو ''ولذلک'' کا اشارہ ایسی صورت میں اختلاف کی طرف ہوگا۔

بہر حال جس طریقہ سے بھی دیکھا جائے، مشاہدہ اور تجربہ کی راہ سے ہو یا قرآن وحدیث کی روشنی میں ہو، ہر حال میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ افراد کا اختلاف مصنوعی نہیں بلکہ قدرتی ہے بنانے والے نے آدمی کی ساخت ہی ایسی رکھی ہے کہ باہم ان کا مختلف ہو جانا ناگزیر تھا۔

اللہ تعالی کے اس نظام میں کئ امتیں اپنا اپنا کردار ادا کرتی رہی ہیں ایک نئ امت تشکیل دی گئ یہ امت سب سے آخری امت ہے اسی امت کی آرزو اور دعا ابراہیمؑ نے کی تھی۔ بیت اللہ کی بنیاد کو اٹھاتے ہوئے یہ دعا ان الفاظ میں کی گئ۔

"رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ".[۹]

اے پروردگار ہم کو فرمانبردار بنائے رکھ، اور ہماری اولاد میں بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بنائے رکھ، اور پرودگار ہمیں ہمارے طریق عبادت بتا اور ہمارے حال پر توجہ، فرما بے شک تو توجہ فرمانے والا ہے۔

اس آیت کے ضمن میں صاحب تفسیر ماجدی رقمطراز ہیں:

امت مسلمہ کے ترجمہ ''فرمان بردار امت'' میں وہ بلاغت و معنویت کہاں جو قرآنی لفظ ''امت مسلمہ'' میں ہے۔ دعا کی مقبولیت اسی سے ظاہر ہے کہ وہ امت آج تک اسی نام سے مشہور چلی آتی ہے۔ (من ذريتنا) یعنی ابراہیم واسماعیل علیہم السلام کی مشترکہ نسل سے دعا دونوں بزرگوار مل کر رہے تھے اس کے ذریت سے مراد بنی اسماعیل ہی ہو سکتے ہیں۔[۱۰]

توحید الہی کی علمبردار امت کو امت مسلمہ کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیا تھا ارشاد باری تعالی ہے۔

"مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ."[۱۱] تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی امت جس نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔

امت مسلمہ کو امت وسط، امت واحد اور امت خیر کے لقب سے نوازا گیا۔

اس آیت کی تفسیر میں عبدالماجد دریاآبادی لکھتے ہیں:

اسلام کا دوسرا نام ملت ابراہیم ہے۔ قرآن کے مخاطبین اول یعنی اہل عرب تو نسل ابراہیم علیہ السلام سے تھے یہاں ایک خاص پہلو تشویق وترغیب کا بھی نکل رہا ہے۔ یعنی یہ مذہب کوئی انوکھا اور بیرونی نہیں، یہ تو عین تمہارے جد محترم ہی کا ہے۔ دوسری امتوں اور قوموں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو دین حق کی تبلیغ رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے ہوئی ہے۔اور مسلمانوں کے واسطہ سے دین حق ساری نسل انسانی کو پہنچا ہے۔ عزم وہمت کو قائم رکھنے والی اور کشائش حیات میں ہر مصلحت نفس پر غالب رکھنے والی چیز یہی عقیدہ توحید ہے جس قدر یہ اعتماد علی اللہ قوی ہوگا اسی درجہ میں انسان مراتب معرفت و قرب میں ترقی کرتا جائے گا اور ہر غیر الہی قوت کے مقابلہ میں دلیر تر ہوتا جائے گا۔"[۱۲]

تعلیمات نبوی ﷺ کے آئینے میں عالمگیر امت مسلمہ کی حقیقی حیثیت:

اہل عرب نے دعوت توحید کو بھلا کر تین سو ساٹھ بتوں کو اس جگہ سجا دیا تھا جو جگہ ابراہیم علیہ اسلام نے صرف اپنے ایک رب کی عبادت کے لیے تعمیر کی تھی اور جس کا اعلان بھی اپنے خالق کے حکم سے کر دیا تھا۔

"وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ* وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ".[۱۳]

اور جب ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ایک معبد قرار دیا اور حکم دیا کہ ہماری جبروت میں اور کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اور اس گھر کو طواف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے ہمیشہ پاک و مقدس رکھنا، نیز ہم نے حکم دیا کہ دنیا میں حج کی پکار بلند کرو، لوگ تمہاری طرف دوڑتے چلے آئیں گے ان میں پیادہ بھی ہونگے اور وہ بھی جنہوں نے مختلف قسم کی سواریوں پر دور دراز مقامات سے قطع مسافت کی ہوگی۔

اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ نے بت پرستی کی فضا میں آنکھ کھولی تھی، مگر اللہ تعالی نے ان کو اسلام کی نعمت سے مالا مال کیا۔اسی نعمت عظمی نے ان کے اندر وہ فہم وفراست پیدا کر دی تھی کہ دنیا حیران رہ گئی۔ایسی استقامت و پامردی کہ تن تنہا پوری قوم سے ٹکرا گئے داعی الی اللہ کی حیثیت سے وہ فرض نبھایا کہ اللہ تعالی نے فرد واحد کو امت کا لقب عطا فرمایا۔

قرآن جب کہتا ہے کہ ان ملتوں کی بجائے ملت ابراہیم علیہ السلام کو اختیار کرو تو وہ دراصل اس حقیقت پر مبنی ہے کہ لامحالہ پھر وہی ملت اصل ملت حق ہے نہ کہ بعد کی ملتیں اور محمدؐ کا پیغام اسی ملت کی طرف ہے۔"[۱۴]

حاصل کلام یہ ہے دوسری امتوں اور قوموں کے مقابلہ میں تمہیں عالمگیر پیغام توحید کا حامل بنایا اور ساری دینی دعوتیں جغرافیائی یا نسلی قیود سے محدود رہیں۔ صرف اسلام ہی پیغام عالمگیریت کا درس دیتا ہے۔ حشر میں تمہیں اسی معیار سے جانچا جائے گا۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

"إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ".[۱۵] بلاشبہ ابراہیم (اپنی ذات میں) ایک امت تھے۔ اللہ کے فرمانبردار اور یکسو رہنے والے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امت کا لقب دینے کی وجوہات:

حضرت ابراہیم علیہ اسلام پر جو امت کا اطلاق کیا گیا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ ایک قوم ایک امت مل کر جتنے نیکی کے کام کرتی یا جتنی عبادت کرتی حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا اتنی عبادت کرتے تھے۔ اور چونکہ وہ امت کے امتیاز کا سبب تھے۔ اس وجہ سے ان کو امت کہا گیا۔

امت کا ایک معنی ''نیکی اور خیر کی تعلیم دینے والا ہے''۔ حدیث میں ہے۔

فروہ بن نوفل اشجعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود نے کہا کہ حضرت معاذ ایک امت تھے، اللہ تعالی کے اطاعت گزار، باطل سے متجنت، میں نے دل میں کہا ابو عبدالرحمٰن نے غلط کہا۔ اللہ تعالی نے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے فرمایا ہے'' ان ابراهيم كان امة كانتاً لله''۔ حضرت ابن مسعودؓ نے کہا تم جانتے ہو کہ امت کے کیا معنی ہے اور قانت کا کیا معنی ہے میں نے کہا اللہ تعالی ہی زیادہ جاننے والا ہے۔ انہوں نے کہ امت وہ شخص ہے جو نیکی اور خیر کی تعلیم دے اور قانت وہ شخص ہے جو اللہ اور رسول اللہؐ کی اطاعت کرنے والا ہو اور حضرت معاذ نیکی اور خیر کی تعلیم دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔"[۱۶]

حوالہ جات

۱۔ افریقی، ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان لعرب دار احیاء التراث لعرابی، بیروت،۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء، ج۱۲۲۔اص:۲۷۔

۲۔ لسان العرب۔ ۱۲۔ ۲۳.

۳۔ آل عمران ۳: ۱۰۴.

۴۔ الرعد ۱۳: ۳۰.

۵۔ بخاریؒ، ابو عبداللہ محمد اسماعیل الجامع الصحیح کتاب الحج باب الخطبہ ایام منی حدیث ۱۷۴۱.

۶۔ بخاریؒ، ابو عبداللہ محمد اسماعیل الجامع الصحیح کتاب الادب، باب تعاون المومین، حدیث ۶۰۶۲.

۷۔ ہود ۱۱۔ ۱۱۸، ۱۱۹.

۸۔ البیضاوی، ابو عبداللہ بن عمر ابوالخیر شافعی، انوار لتنزیل واسرار التاویل، بیروت دار لفکر ۳۔ ۲۶۹.

۹۔ البقرۃ ۲۔ ۱۲۸.

۱۰۔ دریاآبادی، عبد لماجد تفسیر ماجدی تاج کمپنی لاہور ۱۹۵۲ء ج ۱۴۴۱.

۱۱۔ الحج ۲۲۔ ۸۷.

۱۲۔ دریاآبادی، عبدالماجد تفسیر ماجدی تاج کمپنی لاہور ج ۵۔ ۲۹۳.

۱۳۔ الحج ۲۲۔ ۳۶۔ ۲۷.

۱۴۔ مودودیؒ، ابوالاعلی تفہیم القرآن ادارہ ترجمان القران، لاہور ۱۹۸۶ء ج ۳۔ ۲۱۸.

۱۵۔ النحل ۱۶۔ ۱۲۰.

۱۶۔ الطبرانی، امام ابی القاسم بن احمد ایوب، المعجم الکبیر۔ رقم الحدیث ۷۹۹۴.